درگا سہائے سرور جہان آبادی کی شاعری میں وطنیہ عناصر

محمد رضوان

ریسرچ اسکالر-شعبہ اردو مہاتمہ جیوتبہ پھلے روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی

تلخیص: مغربی اترپردیش کے ضلع پیلی بھیت میں ایک چھوٹا سا قصبہ جہان آباد ہے جو موجودہ وقت میں کسی بھی ایسی خصوصی اہمیت کا حامل نہیں ہے جو کہ قابل ذکر ہو-لیکن گزشتہ زمانے میں یہ قصبہ شعر وسخن اور علم وہنر کا گہوارہ تھا-دراصل جہان اباد کا پرانا نام بلئی تھا جو راجہ بل کے نام پر بسایا گیا تھا کہا جاتا ہے کہ بلئی کا ذکر پرانوں میں آیا ہے، اکبر کے زمانے میں یہ پرگنہ محل کا صدر مقام تھا اس کے بعد جب شاہ جہاں کا دور آیا تب بادشاہ نے درباری امراء ورؤسا کو یہاں پر جاگیریں عطا کیں، جن میں ہندو و مسلمان سبھی شامل تھے یہ لوگ دہلی سے نقل مقامی کر کے بلئی میں بس گئے صوبے دار نے بادشاہ کے نام پر اس جگہ کا نام جہان آباد رکھا- کسی زمانے میں جہان آباد میں علم وادب کا بہت چرچا تھا اور یہاں پر شعر وسخن کی محفلیں خوب سجتی تھیں، اپنے زمانے کے بڑے فارسی شعراء جن میں منشی تیج رائے، کشتہ منشی کرامت حسین بہار، منشی ریوتی لال بے جان، حکیم رگھو ویر سہائے بریاں، ضامن حسین گویا، آنند سروپ بسمل، اندر، ہنر وغیرہ کا تعلق اسی سرزمین سے رہا ہے۔ جن میں منشی تیج رائے کشتہ نے اپنی شہرت کا ڈنکا ایران تک بجایا انہوں نے حافظ شیرازی کی غزلوں پر غزلیں کہیں شاہ ایران ان کے فارسی کا کلام سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے خوش ہو کر ایک زربفت خرقہ اور نقد انعام ایران سے ہندوستان حضرت کشتہ کو بھیجے تھے-درگا سہائے سرور جہان آبادی اسی سرزمین جہان آباد میں پیدا ہوئے تھے اور آپ کشتہ کی اولادوں میں سے تھے گویا کہ شعر وسخن کا خزانہ سرور کو وراثت میں ملا تھا۔ سرور جہاں آبادی کا نام اردو نظم کے اولین معماروں میں لیا جاتا ہے اگرچہ انہوں نے مختصر سی عم عمر پائی اور عالم شباب میں ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن انہوں نے اپنے کلام کا جو سرمایہ چھوڑا وہ انہیں اردو دنیا میں ہمیشہ زندہ رکھے گا-سرور نے اپنی شاعری میں وطن اور ملحقات وطن کو کچھ اس طرح سے بیان کیا جو دیگر شعرا کے یہاں ندارد ہے، جدید شاعری کی تحریک کے بعد عام طور سے وطن پر نظمیں لکھی جانے لگی تھیں لیکن سرور سے پہلے کسی بھی اردو شاعر نے وطن کا تصور ''ماں'' اور ''دیوی'' کی حیثیت سے نہیں کیا-سرور کو اردو شاعری میں اس امر میں اولیت حاصل ہے کہ انہوں نے وطن کا تصور ماں اور دیوی کی حیثیت سے کیا اور اردو شاعری کے پہلے قومی شاعر کہلائے-سرور کی نظم خاص طور پر عروس حب وطن، چشم وطن، پھولوں کا کنج، سرزمین وطن، خاک وطن، مادر ہند، یاد وطن خاص طور پر قابل ذکر ہیں، جو براہ راست وطن اور ملحقات وطن سے تعلق رکھتی ہیں-اور ان کی دیگر نظمیں جن میں گنگا جمنا، پریاگ کا سنگم، نور جہاں کا مزار، پدمنی، امید طفلی، بیر بہوٹی، حسرت شباب، سیتا جی کی گریہ وزاری، ماتم آرزو، گل فردوس، لکشمی جی ستی، لالہ صحرا، فریاد آدم، شیون عروس، فضائے برشگال، ایک حسینہ اور جگنو، بے ثواتی دنیا وغیرہ موضوعات کے اعتبار سے ان کے ایک الگ تخلیقی مزاج کا پتہ دیتی ہیں—

کلیدی الفاظ: جناں#کنج#بسالت#کماں کش#خم#خرد#بیداد خوں#گزند#شوالا

زمانہ قدیم سے لے کر موجودہ زمانہ تک وطن اور ملحقات وطن دنیائے شعر وادب کا خاص موضوع رہا ہے دنیا کا کوئی بھی ادب ہو اس ادب میں حب الوطنی کا عنصر ضرور شامل ہو گا، لیکن جیسے جیسے زمانہ اور وقت گزرتا گیا ویسے ویسے وطن کے معنی ومفہوم اور تصور میں بھی تبدیلی آتی گئی زمانے قدیم میں انسان

گروہ اور قبیلوں میں رہتا تھا اس وقت وطن کے معنی و مفہوم اور تصور کچھ اور تھے آج دنیا جبکہ گلوبل ویلیج بن گئی ہے اج وطن کے معنی و مفہوم اور تصور کچھ اور ہیں-

ڈاکٹر حکم چند نیر لکھتے ہیں- قوم اور قومیت کا تصور بھی دیگر سماجی تصورات کی طرح انسان کے سماجی شعور کے تاریخی ارتقا کی ایک کڑی ہے اور اس کا ارتقا مختلف خارجی اور داخلی عوامل کا مرہون منت ہے، قوم ایک ایسی تہذیبی گروہ کو کہا جاتا ہے جس کے بعض افراد مشترک اغراض و مقاصد کی بدولت ایک دوسرے سے وابستہ ہوں یوں تو دنیا میں زمانہ قبل از تاریخ سے کئی قومیں موجود رہیں لیکن جدید معنوں میں قومیت ماضی قریب کی چیز ہے، جدید قومیت کے اجزائے ترکیبی میں حب الوطنی کو وہی حیثیت اور اہمیت حاصل ہے جو اعتقاد کو مذہب میں حاصل ہے-۱

حب الوطنی کا جذبہ دنیا کی دیگر محبتوں سے الگ تھلگ اور مقدس ہے اسی جذبے کے تحت شعرا اپنی شاعری میں وطن سے محبت کا اظہار کرتے ہیں، اردو شاعری میں سرور جہان آبادی اردو کے پہلے شاعر نہیں تھے جنھوں نے اپنی شاعری میں وطن کو جگہ دی ان سے بھی بہت پہلے بہت سے اردو شعراء کی شاعری میں وطن کا ذکر ملتا ہے جیسے قلی قطب شاہ نظیر اکبر آبادی وغیرہ لیکن جو تصور سرور کی شاعری میں ملتا ہے وہ انفرادی اہمیت کا حامل ہے وطن کا جو تصور سرور نے پیش کیا وہ دیگر شعراء کے یہاں ندارت ہے-

گوپی چند نارنگ لکھتے -ہیں جدید دور کی شاعری سے پہلے 1857 کے غدر کے بعد مبہم ہی سے ہی ایک امید کی روشنی دکھائی دی جس کی بدولت وطن کے مصلحین مدبرین اور اہل وطن میں حریت اور بیداری کا شعور جاگنے لگا جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا حریت اور بیداری کا شعور بھی پروان چڑھ رہا تھا اور بیسویں صدی آتے آتے اب یہ شعور اپنی عروج کو پہنچ چکا تھا اب وطن کا تصور علاقائی نہیں رہ گیا تھا جیسا کہ قلی قطب شاہ اور نظیر اکبر آبادی کے دور میں تھا بلکہ اب وطن کے تصور میں سیاسی وسعت پیدا ہو چکی تھی ہندوستان کی اصلاحی تحریکیں اب سیاسی تحریکوں کے ساتھ باہمی تعاون کر رہی تھیں جس سے عوام و خواص کے بیچ کی دوریاں کم ہوئیں -۲

اب مکمل ہندوستان آزادی، انقلاب اور سیاسی جدوجہد کے دور میں داخل ہو چکا تھا، انقلاب اور آزادی کا مکمل جذبہ ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا-

سرور جہاں آبادی اسی دور کے شاعر ہیں- درگا سہائے سرور جہان ابادی کی ولادت 1873 کو بمقام جہان آباد ضلع پیلی بھیت میں ہوئی اپ کے والد ماجد حکیم پیارے لال ایک شریف النفس ماہر حکیم تھے اور عربی و فارسی کے زبردست عالم تھے گویا کہ علم و فن اور شعر و سخن کا خزانہ سرور کو وراثت میں ملا تھا، سرور نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی آگے کی تعلیم کے لیے سرور کے والد نے ان کو جہان آباد کے مڈل اسکول میں داخل کرا دیا جہاں مولوی کرام حسین بہار بریلوی درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے بہار صاحب جیسے مشفق و مہربان استاد کی صحبت نے سرور کی طبیعت کو اور بھی جلا بخشی اور اپ زمانہ طالب علمی ہی سے شاعری کی طرف متوجہ ہو گئے اور شعر کہنے لگے- سرور نہایت ہی ذہین اور محنتی طالب علم تھے اردو و فارسی شعرا کے کلام کو بہت دلچسپی سے پڑھتے تھے ذہانت و زکاوت کی بدولت تھوڑے ہی عرصے میں اردو و فارسی زبان پر مہارت حاصل کر لی اور 1890 میں اردو مڈل امتحان امتیازی نمبر سے پاس کیا اور اسکول میں اول رہے- سرور کے والدین چاہتے تھے کہ وہ اعلی تعلیم حاصل کریں اور سرور خود بھی اعلی تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے آپ کو انگریزی زبان و ادب سے گہرا لگاؤ تھا اور آپ انگریزی تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن مشکل یہ تھی کہ جہان آباد میں انگریزی تعلیم کا کوئی اسکول نہیں تھا سرور کی لگن نے انہیں چین سے بیٹھنے نہ دیا اور آپ نے منشی شب سہائے سے اپنی دلی خواہش کا اظہار کیا منشی صاحب اس وقت جہان اباد میں سب پوسٹ ماسٹر کے عہدے پر فائض تھے اور انگریزی تعلیم یافتہ تھے انہوں نے سرور کی لگن دیکھ کر انگریزی پڑھانے کی حامی بھر لی-

سرور نے دو سال میں انگریزی کا مڈل بھی پاس کر لیا اور ذاتی طور پر بھی مطالعہ جاری رکھا اپ نے انگریزی زبان پر اتنی مہارت حاصل کر لی کہ انگریزی کی

بہت سی نظموں کو اردو کا جامہ کچھ اس طرح سے پہنایا کہ ترجمہ ہوتے ہوئے بھی طبع زاد کا گمان ہوتا ہے۔ اپ کیٹس، شیلی، براؤننگ سے حد درجہ متاثر تھے کیٹس اور شیلی کے مقبرے پر ''بکائے انگلستان'' کے عنوان سے ایک بے حد رقت آمیز نظم لکھی۔

سرور کو خدا نے متعدد صلاحیتوں سے نوازا تھا سرور کے والد جہان آباد اور قرب وجوار کے مشہور طبیب تھے سرور جہاں ایک طرف شعر و سخن میں طبع آزمائی کرر ہے تھے تو وہیں دوسری طرف اپنے آبائی پیشہ طبابت میں بھی دلچسپی لینے لگے جب آپ کے والد نے طبابت میں آپ کی دلچسپی کو دیکھا تو آپ کو یونانی اور آیورویدک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ سنسکرت کی بھی تعلیم دینے لگے کیونکہ آیوروید طب کے لیے سنسکرت زبان کا جاننا لازمی ہے نہایت ہی کم عرصے میں سرور نے فن طبابت میں بھی خاصہ مہارت حاصل کر لی قدرت نے سرور کے ہاتھ میں بے حد شفا رکھی تھی دق اور سرسام کے علاج میں آپ خاصہ مہارت رکھتے تھے لیکن طبابت کو کبھی آپ نے کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا۔

جہان آباد کی زرخیز مٹی نے بڑے بڑے ادباء وشعراء کو پیدا کیا ایک زمانے میں جہان آباد باذوق لوگوں کا مسکن تھا جن میں مولوی کرامت حسین بہار، منشی ریوتی لال بے جان، حکیم رگھوویر سہائے بریاں، ضامن حسین گویا، آنند سروپ بسمل، اندر، دراور کشتہ وغیرہ اسی سرزمین میں پیدا ہوئے۔ ان میں فارسی کے شاعر کشتہ بین الاقوامی شہرت رکھتے تھے کشتہ نے حافظ شیرازی کی غزلوں پر شاندار غزلیں کہیں شاہ ایران کشتا کے فارسی کلام سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے خوش ہو کر ایک ضربفت خرقہ اور نقد انعام ایران سے ہندوستان حضرت کشتا کو بھیجے تھے جناب کشتہ سرور جہاں آبادی کے بزرگوں میں سے تھے گویا کہ شاعری سرور کی گھٹی میں شامل تھی۔

انیسویں صدی کا آخیر آتے آتے انگریزی ظلم واستبداد اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا انگریزوں کی ''بانٹو اور راج کرو'' والی پالیسی کے زد میں پورا ہندوستان آ چکا تھا۔ اونچ نیچ، ذات پات، ہندو مسلم فرقہ وارانہ فساد اور سیاسی اتھل پتھل ان سب کو سرور اپنی انکھوں سے دیکھ رہے تھے اور محسوس بھی کر رہے تھے جہالت اور نفرت میں دہکتے ہندوستان کی اگ کو صرف ایک ہی طاقت بجھا سکتی تھی اور وہ طاقت تھی وطن اور قوم سے محبت! سرور نے اسی طاقت کا سہارا لیا اور اس دور میں وطن اور ملحقات وطن کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ سرور بہت ہی حساس وسیع المشرب انسان تھے ان کی دیش بھگتی میں سبھی مذہب وملت، رنگ ونسل اور ذات پات کے لوگ شامل ہیں، جب وہ وطن کی بات کرتے ہیں تب جہاں ایک طرف ہندو مذہبی پیشواؤں راجپوت راجاؤں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں تو وہیں دوسری طرف اسلامی پیشواؤں اور رہنماؤں کو بھی خراج عقیدت پیش کرتے ہیں انہوں نے اپنی نظم ''پھولوں کا کنج'' میں ایسے وطن کا تصور پیش کیا ہے جس میں ہر سو امن وامان ہو، خوشحالی اور ترقی کا دور دورہ ہو، سبھی مذہب وملت، رنگ ونسل کے لوگ مل کر وطن کو ایک ایسا چمن بنائیں جس میں نہ گلچیں کا ڈر ہو، نہ صیاد کا کھٹکا۔

پھولوں کا کنج دل کش بھارت میں اک بنائیں
حب وطن کے پودے اس میں نئے لگائیں

پھولوں میں جس چمن کے ہو بوئے جاں نثاری
حب وطن کی قلمیں ہم اس چمن سے لائیں
خون جگر سے سینچیں ہر نخل آرزو کو
اشکوں سے بیل بوٹوں کی آبرو بڑھائیں

ایک ایک گل میں پھونکیں روح شمیم وحدت
اک اک کلی کو دل کے دامن سے دیں ہوائیں
فردوس کا نمونہ اپنا ہو کنج دل کش
سارے جہاں کی جس میں ہوں جلوہ گر فضائیں
چھایا ہوا ابر رحمت کا شانۂ چمن میں
رم جھم برس رہی ہوں چاروں طرف گھٹائیں
مرغان باغ بن کر اڑتے پھریں ہوا میں
نغمے ہوں روح افزا اور دل ربا صدائیں
حب وطن کے لب پر ہوں جاں فزا ترانے
شاخوں پہ گیت گائیں پھولوں پہ چہچہائیں
چھائی ہوئی گھٹا ہو موسم طرب فزا ہو
جھونکے چلیں ہوا کے اشجار لہلہائیں
اس کنج دل نشیں میں قبضہ نہ ہو خزاں کا
جو ہو گلوں کا تختہ تختہ ہو اک جناں کا
بلبل کو ہو چمن میں صیاد کا نہ کھٹکا
خوش خوش ہو شاخ گل پر غم ہو نہ آشیاں کا
حب وطن کا مل کر سب ایک راگ گائیں
لہجہ جدا ہو گرچہ مرغان نغمہ خواں کا
ایک ایک لفظ میں ہو تاثیر بوئے الفت
انداز دل نشیں ہو ایک ایک داستاں کا
مرغان باغ کا ہو اس شاخ پر نشیمن
پہنچے نہ ہاتھ جس تک صیاد آسماں کا
موسم ہو جوش گل کا اور دن بہار کے ہوں
عالم عجیب دل کش ہو اپنے گلستاں کا
مل مل کے ہم ترانے حب وطن کے گائیں
بلبل ہیں جس چمن کے گیت اس چمن کے گائیں

اہل وطن انگریز حکومت اور انگریزوں سے کچھ اس قدر مرعوب ہو چکے تھے کہ انہیں اپنی تہذیب، بودوباش ہیچ نظر آنے لگے تھے وہ ہر معاملے میں انگریزوں کی پیروی کو باعث افتخار سمجھنے لگے تھے ہر طرف حسرت ویاس اور ناامیدی کے بادل چھائے ہوئے تھے سرور اس وقت اپنی شاعری سے وطن کی عظمت رفتہ کی داستانیں کچھ اس طرح رقم کر رہے تھے۔

خاک میں تیری بسالت کے وہ جوہر ہیں کہاں
سرنگوہیں اب زمین پر تیری عظمت کے نشاں
رزمگہ میں باندھ اپنی ہوا دو چار دن
کھول کر کیوں تو نے رکھ دی اپنی تیغ خون فشاں
خون رلاتی ہے تیری نوک سنا کی دل کو یاد
بن کے نشتر لیتی ہے اب تک جگر بھی چٹکیاں
او کماکش یاد کر کے کارناموں کو تیرے
روتی ہے رکھ رکھ کہ پلہ تیر کا منہ پر کماں
کارناموں کو تیرے بھولی نہیں یہ سرزمیں
تیری عظمت کی ہے اب تک ان لبوں پر داستاں
(چتوڑ کی گزشتہ عظمت)

سرور نے وطن عزیز کے عروج وزوال کی کہانی کو کچھ اس طرح سے سنایا جس سے ہندوستانی قدیم تہذیب وتمدن کے نقوش ابھرائے۔ہندوستان کی تہذیب دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں سے ایک ہے جہاں یونان، مصر، روما کی تہذیبیں مٹ کر قصہ ماضی بن چکی تھیں مگر ہندوستان کی قدیم تہذیب کے تن مردہ میں ابھی بھی زندگی کی رمق باقی تھی اور سرور اپنی شاعری سے اسی تن مردہ میں جان پھونک رہے تھے۔

اہ خاک بطن اے سرمہ نور نظر
اہ اے سرمایہ ارائش جان وجگر
تیرے دامن میں شگفتہ تھے کبھی قدرت کے پھول
گندھ رہے ہیں تیری چوٹی میں کبھی وحدت کے پھول
بادہ تہذیب سے خالی تھا جب یورپ کا خم
ایشیا کا آہ جب بیڑا تھا تاریکی میں گم
جب نہ تھی یونان میں علم وہنر کی روشنی
جلوہ افروز خرد تھی تیرے گھر کی روشنی
(خاک وطن)

بیسویں صدی کی ابتدا ہو چکی تھی وطن کے مصلحین مدبرین کی کوششیں رنگ لائیں، فرزندان وطن دستوری مراعات سے نکل کر سوراجیہ کی مانگ کرنے لگے تھے دھیرے دھیرے ہی سہی اب ملک میں حریت اور سیاسی بیداری کا جذبہ پیدا ہو رہا تھا یہ سیاسی بیداری اس وقت کے انگریز حکمرانوں کو بالکل بھی راس نہ ائی اور انہوں نے تخریبی کاروائی کا سہارا لیتے ہوئے 1905 میں بنگال تقسیم کر دیا وہی پرانی پالیسی بانٹوں اور راج کرو کا سہارا لیتے ہوئے لارڈ قرزن نے ڈھاکہ میں مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بنگال کی تقسیم کا مقصد مسلم اکثریت صوبہ بنانا ہے کچھ بھولے بھالے مسلمان اس دام فریب میں اگئے اور تقسیم بنگال کی حمایت کرنے لگے جبکہ اکثریت مسلمانوں کی اس سے الگ تھلگ تھی پھر کیا تھا ہر طرف فرقہ وارانہ فسادات کی اگ بھڑک اٹھی اور فرزندان وطن اپس میں ہی دست و گریباں ہونے لگے سرور یہ سب اپنی انکھوں سے دیکھ رہے تھے ان کی انکھیں خون کے آنسو رو رہی تھیں آپ بڑی حساس طبیعت کے مالک تھے خاموش کیسے رہ سکتے تھے جبکہ اس وقت بہت سے ادباء وشعراء حیلہ جوئی کا سہارا لے کر خود کو الگ تھلگ دکھانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن سرور نے سامراجی حکومت کی کھل کر مخالفت کی اور ان کے ظلم وستم کے خلاف اواز بلند کی۔

اہ اے بنگال آلام ومصائب کے شکار
آہ اے کرزن کی پالیسی کے صید بے قرار
آہ اے نخچیرے ناوک خردہ دست ستم
آہ اے خونی جگر خونی کفن خونی مزار
کر کے دو ٹکڑے کلیجے کہ یہ تیرے کون آہ
چل دیا تجھ کو تڑپتا دیکھ کر بیگانہ وار
کرزن بیداد خوں اہل پولیس حکام وقت
تو ہوا اف یہ کس کس کی جفاؤں کا شکار
(بدنصیب بنگال)

سرور نے اپنی زندگی میں عملی سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا لیکن جب بھی وطن کے سیاسی نظام نے وطن کی فضا کو زہر آلودہ کرنے کی کوشش کی تب انہوں نے اپنے قلم سے جواب ضرور دیا۔ تقسیم بنگال کی وجہ سے جب پورا ملک خانہ جنگی کا شکار ہو گیا ہر طرف فسادات کا بازار گرم تھا نفرت وحسد کا زہر پورے وطن کی فضا کو مسموم کر رہا تھا یہ دل خراش منظر سرور کے لیے ناقابل برداشت تھا، سرور کو مشترکہ تہذیب سے پیار تھا اور وہ اسی مشترکہ تہذیب کا جنازہ نکلتے ہوئے اپنی انکھوں سے دیکھ رہے تھے تب انہوں نے شہر آشوب لکھ کر وطن کی حالت زار کا ماتم کیا اور وہ اس شہر آشوب میں کسی ذاتی یا شخصی نقصان کا ماتم نہیں کر رہے ہیں بلکہ اس مشترکہ تہذیب اور ہندوستانی قومیت کا ماتم کر رہے ہیں جو صدیوں کے میل ملاپ اخوت ومحبت سے وجود میں آئی تھی آج وہ تہذیب سیاسی بھیڑیوں اور اقتدار پرستوں کے نشانے پر تھی۔

یہ انقلاب ہے کیا آسمان ناہنجار
کہ سارا ملک ہے اب خانہ جنگیوں کا شکار
نفاق وظلم وحسد آہ قوم کا ہے شعار
کہ ہیں عروج کے بدلے زوال کے اثار

ہر ایک دیار میں بازار رستخیز ہے گرم

ہر ایک شہر میں ہنگامہ ستیز ہے گرم

مئہ نفاق ہے لبریز آبگینوں میں کہ جوش حب وطن اب کہاں مکینوں میں

کدورتیں ہیں دلوں میں عناد سینوں میں

کہ تفرقہ ہے قیامت کا ہم نشینوں میں

نفاق و کینہ ہے ایمان و قوم واویلا

کہ فرد فرد ہیں ارکان قوم واویلا

جگر فگار جدا دل ہے درد مند جدا

کہ قومیت کے ہیں پتلے کا بند بند جدا روش جدا ہے طریقہ جدا پسند جدا

کہ ایک ایک کے ہیں در پہ گزند جدا

یہ غیرت میرے پرورد گار کیسی ہے

روش یہ قوم نے کی اختیار کیسی ہے

(شہر آشوب)

سرور نے جس مٹی سے جنم لیا اور جس مٹی میں وہ پل کر بڑے ہوئے اس مٹی کے ذرے ذرے سے انہیں بے پناہ لگاؤ تھا، مادر وطن کا جو تصور سرور نے پیش کیا وہ منفرد اور اچھوتا ہے۔

گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں۔جدید دور کی شاعری سے پہلے حب وطن کا جذبہ علاقائی اور انفرادی تھا آزاد و حالی کی جدید شاعری کی تحریک کے بعد حب وطن پر عام طور سے نظمیں لکھی جانے لگی تھیں اور ہندوستان کو شاعروں نے بحیثیت مجموعی پیش کرنا بھی شروع کر دیا تھا لیکن سرور کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے وطن کا تصور ماں اور دیوی کی حیثیت سے کیا۔۳؎

سرور نے اپنی نظم مادر ہند جو کہ بنکم چند چڑجی کی بندے ماترم کا ترجمہ ہے، اس میں مادر وطن کی شفقت و محبت، ناز و نعم اس کی خوبصورت گود میں پل رہے حسین چرندوں، پرند لہلہاتے سبزے اچھلتی کوتی ندیوں اور دیگر اشیاء کا ذکر نہایت ہی خوبصورتی کے ساتھ اپنے منفرد انداز میں کیا ہے۔

واہ یہ جہاں بخش پانی یہ ہوائے خوشگوار

یہ تر و شاداب و شیری میوہائے خوشگوار

ٹھنڈی ٹھنڈی عطر میں ڈوبی ہوئی باد جنوب

سبز کھیتوں کی فضائیں اور یہ میدانوں کی دوب

ظل شفقت ہو تیرا اے مادر مشفق دراز

خاک پر کیا کیا تیری ترے مکینوں کو ہے ناز

تیرا دیوا ستھاں دیوی دل کے کاشانے میں ہے

تیری تصویر مقدس ہر صنم خانی میں ہے
لکشمی ہے تو زمانے میں اجالا ہے تیرا
ہر کنول کا پھول پانی میں شوالہ ہے تیرا
سر سوتی کا روپ ہے درگا کا ہے اوتار تو
نطق و دانش کی ہے دیوی مادر غم خوار تو
اف یہ سندر چھب تیری یہ سانولی صورت تیری
دل کے مندر کی ہے زینت موہنی مورت تیری

(مادر ہند)

سرور کی شاعری کا منبع و مصدر رہی عشق ہے اور اس عشق میں وطن کا مقام سب سے ارفع و اعلی ہے۔

بقول حکم چند نیر۔جن شاعروں نے متحدہ ہندوستانی قومیت کی تعمیر و تشکیل اور ازادی کی جدوجہد میں حصہ لیا ہے سرور جہاں ابادی کا نام ان میں یقیناً سر فہرست آتا ہے بقول رام بابو سکسینہ سرور اردو کا واحد شاعر ہے جو ہمارا قومی شاعر کہلانے کا مستحق ہے۔۴

حواشی

۱: سرور جہان آبادی حیات اور شاعری: ڈاکٹر حکم چند نیر :ادارہ فروغ اردو لکھنو ۱۹۶۸ صفحہ ۱۸۷،۱۸۸

۲: ہندوستان کی تحریک ازادی اور اردو شاعری گوپی چند نارنگ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان ۲۰۰۳ صفحہ ۲۵۷

۳: ہندوستان کی تحریک ازادی اور اردو شاعری گوپی چند نارنگ قومی کونسل برائے فروخت اردو زبان ۲۰۰۳ صفحہ ۴۹۷

۴: سرور جہان ابادی سرور جہان ابادی حیات اور شاعری ڈاکٹر حکم چند یہ ادارہ فروغ اردو لکھنو ۱۹۶۸ صفحہ ۱۸۷،۱۸۸

☆☆☆